ترجمہ کلمات قصار حضرت علی علیہ السلام

نام علی کاظم

1256310

مجتمع زبان وفرہنگ شناسی

ترجمہ و تفسیر کلمات قصار نمبر ۳

قال امیر المومنین علی علیہ السلام:

البُخلُ عارٌ و الجُبنُ مُنقَصَةٌ و الفَقرُ یُخرِسُ الفَطِنَ عَن حُجَّتِہِ وَ المُقِلُّ غَرِیبٌ فی بَلدَتِہِ

حصہ اول: شرح الفاظ

1۔ البُخلُ: بخل، کنجوسی۔

2۔ عار: ننگ و عار، ذلت، شرمندگی۔

3۔ الجُبنُ: بزدلی، ڈرپوک ہونا۔

4۔ مُنقَصَةٌ: عیب، نقص، کمی۔

5۔ الفَقر: غربت، تنگدستی۔

6۔ یُخرِسُ: گونگا بنا دیتا ہے، بولنے سے عاجز کرتا ہے۔

7- الفَطِن: زیرک، دانا، عقلمند، باھوش۔

8- حُجَّة: دلیل، حجت، سند۔

9- المُقِلُّ: مفلس، تنگدست، فقیر۔

10- غَرِیبٌ: پردیسی، مسافر۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

" کنجوسی ننگ و عار ہے، اور بزدلی عیب ہے، اور غربت و تنگدستی زیرک انسان کو اپنی دلیل کے بیان سے عاجز بنا دیتی ہے، اور غریب و مفلس اپنے ہی شہر میں غریب الوطن ہوتا ہے۔"

شرح کلام

حضرت امیر المومنین (ع) اپنے اس گہر بار کلام میں ایسے تین اخلاقی کمزوریوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، جو انسان کی سماجی اور اجتماعی زندگی میں بہت ہی تاثیر گزار ہیں۔ اور وہ بخل، بزدلی اور تنگدستی ہیں۔ ذیل میں انہی تین خصلتوں کی مختصر تشریح بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

1۔ بخل و کنجوسی:

بخل اس صفت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان مال کے ہوتے ہوئے بھی خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ حتی اپنی ذات پر بھی خرچ کرنے کے لئے آمادہ نظر نہیں آتا۔ اسی وجہ سے مال کے ہوتے ہوئے فقیرانہ زندگی گزارتا ہے۔ جیسا کہ امیر المؤمنین (ع) ایک جگہ بخیل کی اصلیت اور حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں: "مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ جس فقر وناداری سے بھاگنا چاہتا ہے، اس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے۔ اور جس ثروت کا طالب ہوتا ہے، وہی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں دولتمندوں کا سا اس سے محاسبہ ہوگا۔" (حکمت: 126)

انسانی معاشرے میں عمومی روابط کے برقرار رہنے میں باہمی منفعتیں ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ لیکن بخیل کے لئے یہ تمام مفاہیم بے معنی ہیں۔ وہ نہ فقط کسی دوسرے کے لئے سود مند ثابت نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے بھی فائدے کا خیال رکھے بغیر صرف مال جمع کرنے پر لگا ہوا ہوتا ہے۔ اور اپنے اوپر بھی اس لئے خرچ نہیں کرتا کہ کہیں پیسہ اور مال میں کمی نہ آ جائے۔ اس حد تک مال دنیا کی محبت، انسان کو جرائم کی دنیا کا بادشاہ بنا دیتی ہے۔ لہٰذا مولا (ع) ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: "بخل و کنجوسی تمام برے عیوب کا مجموعہ ہے۔ اور ایسی مہار ہے جو اسے ہر برائی کی طرف کھینچ کر لے جائے۔" (حکمت: 377)

لہٰذا مولا نے اپنے بعض دیگر فرامین میں بخیل کے ساتھ کچھ خاص قسم کے روابط سے منع کیا ہے۔

الف) بخیل کو دوست مت بناؤ:

مولا (ع) اپنے فرزند امام حسن کو نصیحت میں فرماتے ہیں:

"اے فرزند!۔۔۔۔ بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی انتہائی ضرورت ہوگی وہ تمہاری مدد کرنے سے ہاتھ روکے گا۔" (حکمت: 38)

ب) بخیل کو مشاور مت بناؤ:

مولا (ع) مالک اشتر کے نام اپنے مشہور عہد نامہ میں مالک سے فرماتے ہیں:

"اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا۔ اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا۔" (خط: 53)

طبقاتی نظام میں بخل کا کردار

جب کسی معاشرے میں امیر اور مالدار طبقہ بخیل ہوں اور وہ اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے خاندان پر خرچ کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو ایسے افراد کے ارد گرد ہی فقر و تنگدستی بے داد کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اسلام نے مالداروں کی دولت میں غریبوں اور فقیروں کے لئے حصہ قرار دیا ہے اور خمس، زکات، صدقہ اور خیرات کے اصول اسی لئے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں طبقاتی فاصلے کم سے کم ہوتے چلے جائیں۔ جب امیر اپنی یہ ذمہ داری ادا نہیں کرتا تو پھر معاشرے میں نت نئے جرائم وجود میں آتے ہیں۔ مولا ایک دوسری جگہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے۔ عالم جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو۔ جاہل جو علم کے حصول میں عار نہ کرتا ہو۔ سخی جو عطا و بخشش میں بخل نہ کرتا ہو۔ اور فقیر جو آخرت کو دنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔۔۔۔۔۔۔ جب دولت مند احسان و بخشش میں بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔" (حکمت: 372)

2۔بزدلی

بزدلی انسان کی نفسیاتی ایک کیفیت کا نام ہے۔ جس انسان میں یہ صفت پائی جاتی ہو وہ نہ خود کسی میدان میں کوئی کارآمد انسان بنتا ہے اور نہ ہی کسی کو بننے دیتا ہے۔

بزدل باپ بچوں کو بھی بزدل بنادیتا ہے، بزدل استاد شاگروں کو بھی بزدل بنادیتا ہے۔ بزدل کمانڈر اپنی لشکر کے جوانوں سے مردانہ وار لڑنے کا حوصلہ چھین لیتا ہے، بزدل حکمران قوم کی عزت و وقار کو داؤ پے لگاتا ہے اور بزدل لیڈر شیر جیسی صفت رکھنے والی قوم کو بھی گیڈر بننے کا درس دیتا ہے۔

شجاعت و دلیری ایمان کی اور بزدلی کفر و شرک کی علامت ہے۔ لہٰذا نہ بزدل ایمان لا سکتا ہے اور نہ ہی مومن بزدل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مولا نے اسی مطلب کو یوں بیان فرمایا ہے:

"بزدل شخص ایمان نہیں لاتا۔۔۔اور مومن ڈرپوک و بزدل نہیں ہوتا۔"

اسی طرح آپ نے مالک اشتر کے عہد نامہ میں بھی انہیں بزدل انسانوں کو مشاور بنانے اور ان سے مشورہ کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بزدل بڑے فیصلے اور اقدامات سے انسان کو روکتا ہے۔

خواتین کی اچھی صفات

مذکورہ دو صفات یعنی بخل اور بزدلی کے بارے میں امیر المومنین (ع) کا فرمان ہے کہ یہ وہ صفات ہیں جو مردوں کے لئے تو بری ہیں لیکن خواتین کے لئے اچھی ہیں۔

"عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین خصلتیں ہیں۔ غرور، بزدلی اور کنجوسی۔ اس لئے کہ جب عورت مغرور ہو گی تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی۔ کنجوس ہو گی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی۔ اور بزدل ہو گی تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو اس (کی عزت) کے لئے پیش آئے گی۔"

اس کلام کی تفسیر میں بہت سارے نکات کو واضح کرنے کی ضرورت ہے جسے انشاء اللہ اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

3۔ فقر و تنگدستی:

فقر و تنگدستی کسی بھی معاشرے کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ خصوصاً کسی حکومت کے لئے۔ اسلام نے اس سے مقابلے کے لئے نہایت ہی کارآمد طریقے متعارف کرایا ہے لیکن ان پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے آج اسلامی معاشرہ سب سے زیادہ غربت و افلاس کا شکار ہے۔ معاشرے میں فقر عام ہونے کے کچھ بنیادی اسباب و عوامل ہیں۔

الف) امیروں کا بخل:

اگر آج اسلامی ممالک میں ہر شخص اپنے گردن پر موجود مالی حقوق ادا کریں اور امیر طبقہ قرآن کے دستور پر عمل کرتے ہوئے اپنے مال سے غریب طبقے کا حق ادا کریں تو شاید ہی کوئی غریب رہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ ہمارے معاشرے میں اسلام کے مالی واجبات اور فرائض پر عمل کرنے والوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

ب) فقیروں کی سستی:

فقر و تنگدستی معاشرے سے ختم نہ ہونے کی ایک بنیادی وجہ خود فقیر طبقہ ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ عزت سے کھائیں انہیں مانگ کر کھانے اور مفت روٹی کا چسکا لگ چکا ہے۔ اس لئے وہ خود سے اپنی مالی پوزیشن بہتر کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اور ان کی اس عادت کی بھی ایک بنیادی وجہ وہ امیر طبقہ ہے جو فقیروں کی مدد تو کرتے ہیں لیکن ان کی یہ مدد اس نادان ماں باپ کی بے جا محبت جیسی ہے جو گرنے کے خوف سے کبھی اپنے بچے کو چلنے نہیں دیتے۔ جس کے نتیجے میں بچہ کبھی چلنا نہیں سیکھتا۔ ہمارے مخیّر حضرات بھی فقیر طبقے کے ساتھ کچھ ایسا ہی

کرتے ہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ فقیر کا پیٹ بھرنے کے لئے عمومی دستر خوان یا ماہانہ راشن کا بندوبست کریں۔ لیکن ان کی فقر و تنگدستی کے مکمل خاتمے کے لئے کچھ نہیں سوچتے۔ جبکہ یہ عمل ہمارے ائمہ طاہرین (ع) کی سیرت اور کردار کے بالکل خلاف ہے۔ وہ حضرات فقیروں کی وقتی ضرورت (روٹی، لباس، علاج اور مکان) کا بھی بندوبست کرتے تھے اور ان کو تنگدستی سے نجات کے وسائل بھی فراہم کرتے تھے۔ کسی کو شغل دلاتے تھے تو کسی کے لئے زراعت کا بندوبست کراتے تھے، کسی کو حیوانات دیتے تھے تو کسی کو تجارت کے لئے سرمایہ فراہم کرتے تھے۔ غرض یہ کہ فقیر اور نادار انسان کی اس طرح مدد فرماتے تھے کہ پھر زندگی میں دوبارہ مانگنے کی نوبت تو دور کی بات خود بھی زمانے کے مخیّر حضرات میں شمار ہوتے تھے۔

کچھ اور عوامل جیسے کرپٹ حکومت، سرمایہ دارانہ نظام اور پیشہ ورانہ گدائی وغیرہ بھی معاشرے میں فقر و تنگدستی عام ہونے کے بنیادی عوامل اور فقر سے مقابلے کی راہ میں رکاوٹیں شمار ہوتی ہیں۔ جس پر گفتگو ہماری بحث کو طولانی کرنے کا باعث بنے گا انشاء اللہ پھر کبھی اس پر گفتگو ہو گی۔

اولا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صبر فقط ظلم اور مصیبت کے مقابلے میں اختیار کیا جانے والا ایک رد عمل ہے۔ جبکہ قرآن و سنت کے مطابق صبر کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ خود امیر المؤمنین (ع) کے فرامین میں صبر کے اسی وسیع پیمانے کی نشاندہی موجود ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں:

"صبر، یا تو مصیبت پر ہے، یا اطاعت پر، یا معصیت پر، اور یہ تیسری قسم پہلے دونوں قسم سے بلند تر ہے۔" (منتخب میزان الحکمہ، ص 312) یعنی صبر نہ فقط مصیبت پر بلکہ خدا کی اطاعت کے راستے میں آنے والی سختیوں اور گناہوں سے بچنے کی سختیوں کو برداشت کرنا بھی صبر ہے۔ بلکہ یہ صبر پہلے والے سے زیادہ سخت بھی ہے اور اجر بھی بیشتر ہے۔

یہی صبر ہے جسے مولا نے ایمان کا رکن اور سر سے تعبیر فرمایا ہے۔ (حکمت 31 و 82)

ثانیا: ہم صبر کو ایک قسم کی کمزوری اور ناتوانی سمجھتے ہیں۔ جبکہ مولا فرماتے ہیں صبر شجاعت اور بہادری ہے۔ کیونکہ جس طرح صبر کا غلط مفہوم ہمارے معاشرے میں رائج ہے اسی طرح شجاعت کا بھی ایک ناقص مفہوم عام ہے۔ ایک دفعہ پیغمبر اکرم (ص) کہیں سے گزر رہے تھے کہ دیکھا کچھ جوان وزن برداری کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ آپ سے فیصلے کا تقاضا کیا گیا تو آپ نے مقابلہ کے اختتام پر فرمایا قدرتمند وہ نہیں ہے جو سب سے زیادہ سنگین اور وزنی شئی اٹھائے بلکہ سب سے طاقتور وہ ہے جو اپنے سرکش نفس کو زمین پر پٹخ دے۔ پہلوان وہ نہیں ہے جو دو سو یا چار سو کلو گرام وزن اٹھائے بلکہ پہلوان وہ ہے جو ناجائز مناظر کے سامنے اپنی چند گرام کی پلکیں گرا دے۔

3۔ زہد و پارسائی

زہد و پارسائی بھی ان خاص مفاہیم میں سے ایک ہے جس کا درست مفہوم معاشرے میں رائج نہیں بلکہ اس لفظ کو ایک منفی مفہوم و معنی پہنا دیا گیا ہے۔ زہد یہ نہیں ہے کہ انسان دنیا کو بالکل ترک کر دے۔ بلکہ دنیا سے دلبستہ نہ ہو جانا زہد ہے۔ قرآنی اصطلاح کے مطابق کسی چیز کے چھن جانے پر افسوس نہ کرنا اور کسی چیز کے پانے پر زیادہ خوش نہ ہو جانا، زہد کہلاتا ہے۔

امیر المومنین ایک جگہ زہد کی حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں: "زہد، آرزوؤں کا چھوٹا کرنا، نعمتوں پر شکر گزار ہونا اور حرام سے پرہیز کرنا ہے۔" (خطبہ: 81)

4۔ تقوا و پرہیزگاری

ورع در واقع عربی زبان میں تقوا سے ایک درجہ بلند انسانی نفسانی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان نہ فقط حرام سے اپنے آپ کو بچاتا اور واجبات انجام دیتا ہے بلکہ شبہات اور مشکوک موارد میں بھی بڑی احتیاط سے قدم اٹھاتا ہے۔ ورع اور تقوی کو سپر سے تعبیر کرنے کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح سپر جنگوں میں انسان کی حفاظت کرتی ہے اسی طرح ورع اور تقوا بھی انسانی روح کی حفاظت کرتا ہے۔ جس انسان کی روح کو تقوا اور پرہیزگاری نے اپنے حصار میں لیا ہو وہ روح شیاطین جن وانس کی ہر تیر سے محفوظ رہتی ہے۔

5۔ بہترین ساتھی

آیات وروایات کی رو سے بہترین ساتھی اور دوست انسان کو مشکلات اور پریشانیوں میں تسلی دینے کا کردار ادا کرتا ہے۔ اور اسے آئندہ کی امید دلاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے خدا کے فیصلے پر راضی رہنے اور تسلیم ہو جانے کو انسان کے لئے بہترین ساتھی قرار دیا ہے۔ کیونکہ انسان اگر خدا کے فیصلے سے راضی ہو اور اس کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم ہو تو اس کے سامنے ہر قسم کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ کیونکہ اسے ہر سختی کے بعد آرامش کا الہی قانون معلوم ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ جذبہ اگر انسان میں بیدار ہو جائے تو پھر انسان تنہا بھی تنہائی کا احساس نہیں کرتا کیونکہ خدا کی رضایت اس کے ساتھ ہے۔ اگر خدا کی رضایت اس کے ساتھ ہے تو سمجھو خدا اس کے ساتھ ہے۔ اور اگر خدا اس کے ساتھ ہے تو بقول امام حسین (ع) ہر شئی اس کے ساتھ ہے۔

﴿الهی ماذا وَجَدَ مَن فَقَدَكَ و ما الذی فَقَدَ مَن وَجَدَكَ﴾

"خدایا! اس نے کیا پایا جس نے تجھے کھویا اور اس نے کیا کھویا جس نے تجھے پایا۔" (دعائے عرفہ)

ترجمہ و تفسیر کلمات قصار نمبر ۴

وَ قَالَ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام

اَلْعَجْزُ آفَةٌ، وَ الصَّبْرُ شَجَاعَةٌ، وَ الزُّهْدُ ثَرْوَةٌ، وَ الْوَرَعُ جُنَّةٌ، وَ نِعْمَ الْقَرِينُ الرِّضَى.

ترجمہ

"اور عجز و ناتوانی مصیبت ہے، اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے، اور دنیا سے بے رغبتی بڑی ثروت ہے، اور پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے، رضایت بہترین ساتھی ہے۔"

شرح کلام

مولا امیر المؤمنین علی علیہ السلام اپنے اس کلام میں کچھ اخلاقی اور نفسیاتی اچھائیوں اور کچھ برائیوں کو بیان فرمارہے ہیں۔ اور کلی طور پر یہ کلام پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ ذیل میں انشاء اللہ ہر ایک پر مختصر تحلیلی نظر ڈالنے کی کوشش کرینگے۔

ا۔ عجز و درماندگی

ناتوانی بہت وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے۔ عام طور پر ناتوانی کا لفظ جب استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب فقط جسمانی ناتوانی مراد ہوتا ہے لیکن جسمانی ناتوانی کے علاوہ ذہن، فکر، سیاست، ثقافت، سماج، اقتصاد، علم، روح اور ارادہ سب ہی میں عجز و ناتوانی کا تصور موجود ہے۔

۲۔ جسمانی ناتوانی:

انسان نہ دشمن کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ بیماریوں کا۔ حتیٰ کہ جسمانی ناتوانی کا شکار انسان خدا کی عبادت اور بندگی بھی درست طریقے سے انجام نہیں دے سکتا۔ اور نہ خدا کے مخلوقات کی کوئی مدد کر سکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کمزور انسان نہ خدا کی خدمت کر سکتا ہے اور نہ ہی خلق خدا کی۔ اسی لئے مولائے متقیان (ع) دعائے کمیل میں جسمانی توانائی کی دعا فرماتے ہیں:
"پروردگار! میرے اعضاء وجوارح میں خدمت کی قوت عطا فرما۔"

۳۔ ذہنی ناتوانی:

انسان کو سمجھ بوجھ سے عاجز بنا دیتی ہے۔

۴۔ فکری ناتوانی:

انسان کو اپنے گردونواح میں پیش آنے والے حوادث وواقعات اور مسائل کی تحلیل اور ان کی واقعیت تک پہنچنے سے باز رکھتی ہے۔

۴۔ سیاسی ناتوانی:

شکار حکمران یا لیڈر کبھی بھی قوم کی ترقی کے لئے کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا، اور نہ ہی دشمن کا ٹھیک سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

۵۔ ثقافتی ناتوانی:

بیماری کا شکار قوم ہمیشہ ثقافتی طور پر اغیار کی جھولی کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہوئی نظر آتی ہے اور اسی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ اپنی ثقافتی شناخت کھو بیٹھتی ہے۔

۶۔ سماجی ناتوانی:

انسان سماج میں تنہا ہو کر رہ جاتا ہے، وہ ارتباط برقرار کرنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے۔ لہٰذا مولا فرماتے ہیں: "عاجز ترین انسان وہ ہے جو کسی کو دوست نہ بنا سکے، اور اس سے بھی عاجز تر وہ ہے جو پائے ہوئے دوستوں کو بھی کھو دے۔" (حکمت: 12)

۷۔ اقتصادی ناتوانی:

انسان کو گدا بنا دیتا ہے۔ وہ پھر چاہے فرد ہو یا قوم، بڑی قدرتوں کی کاسہ لیسی پر مجبور ہو جاتی ہے۔

۸۔ علمی ناتوانی:

کا شکار انسان ترقی کی راہوں کو طے کرنے کے لئے دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔

۹۔روحی ناتوانی:

انسان اپنے نفس کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔

۱۰۔ارادہ کی ناتوانی:

مندرجہ بالا تمام ناتوانیوں میں ارادے کی ناتوانی سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ در واقع ارادے کی ناتوانی باقی ساری ناتوانیوں کا اصل عامل اور سبب ہے۔ ارادے کا قوی انسان ہر میدان میں قوی نظر آتا ہے۔

◆ عجز و ناتوانی کا علاج

عجز و ناتوانی سے جان چھڑانے اور طاقت ور بننے کے لئے مختلف علاج اور راہ حل پائے جاتے ہیں کہ ہم ذیل میں دو پر اکتفا کرتے ہیں۔

الف)۔اعتماد بہ نفس:

انسان کو اپنی طاقت و قدرت اور توانائی کا اندازہ ہو جائے اور اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرنا آ جائے تو ناتوان سے ناتوان تر انسان بھی بہت بڑا کام کر سکتا ہے۔ ضرورت یہ کہ انسان اقبال کے فلسفہ خودی اور امام خمینی کے "مامی توانیم" (ہم کر سکتے ہیں) کے فلسفے سے آشنا ہو جائے۔ ورنہ صلاحیتوں سے بھرپور انسان کو بھی احساس کمتری اور خود باختگی اپاہج بنا دیتی ہے۔

ب)۔خدا پر امید

خدا کے علم و قدرت کی امید رکھنے والے کو خدا کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ لہٰذا جس کے ساتھ خدائے علیم و قدیر ہو تو وہ اس کی حفاظت اور کامیابی کے لئے مکڑی کے جالے کو بھی وہ قدرت عطا کرتا ہے جو محفوظ قلعوں کو بھی حاصل نہیں ہے۔

2۔ صبر و شکیبائی

عموماصبر کے بارے میں دو قسم کا تصور ہمارے معاشرے میں پایا جاتا ہے کہ دونوں ہی تصور قرآن و اھلبیت کے دئے ہوئے تصور کے برخلاف ہے۔

عموماصبر کے بارے میں دو قسم کا تصور ہمارے معاشرے میں پایا جاتا ہے کہ دونوں ہی تصور قرآن و اھلبیت کے دئے ہوئے تصور کے برخلاف ہے۔

عموماصبر کے بارے میں دو قسم کا تصور ہمارے معاشرے میں پایا جاتا ہے کہ دونوں ہی تصور قرآن و اھلبیت کے دئے ہوئے تصور کے برخلاف ہے۔

اولا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صبر فقط ظلم اور مصیبت کے مقابلے میں اختیار کیا جانے والا ایک رد عمل ہے۔ جبکہ قرآن و سنت کے مطابق صبر کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ خود امیر المؤمنین (ع) کے فرامین میں صبر کے اسی وسیع پیمانے کی نشاندہی موجود ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں:

"صبر، یا تو مصیبت پر ہے، یا اطاعت پر، یا معصیت پر، اور یہ تیسری قسم پہلے دونوں قسم سے بلند تر ہے۔" (منتخب میزان الحکمہ، ص 312) یعنی صبر نہ فقط مصیبت پر بلکہ خدا کی اطاعت کے راستے میں آنے والی سختیوں اور گناہوں سے بچنے کی سختیوں کو برداشت کرنا بھی صبر ہے۔ بلکہ یہ صبر پہلے والے سے زیادہ سخت بھی ہے اور اجر بھی بیشتر ہے۔

یہی صبر ہے جسے مولا نے ایمان کا رکن اور سر سے تعبیر فرمایا ہے۔(حکمت 31 و 82)

ثانیا: ہم صبر کو ایک قسم کی کمزوری اور ناتوانی سمجھتے ہیں۔ جبکہ مولا فرماتے ہیں صبر شجاعت اور بہادری ہے۔ کیونکہ جس طرح صبر کا غلط مفہوم ہمارے معاشرے میں رائج ہے اسی طرح شجاعت کا بھی ایک ناقص مفہوم عام ہے۔ایک دفعہ پیغمبر اکرم (ص) کہیں سے گزر رہے تھے کہ دیکھا کچھ جوان وزن برداری کا مقابلہ کر رہے ہیں۔آپ سے فیصلے کا تقاضا کیا گیا تو آپ نے مقابلہ کے اختتام پر فرمایا قدرتمند وہ نہیں ہے جو سب سے زیادہ سنگین اور وزنی شئی اٹھائے بلکہ سب سے طاقتور وہ ہے جو اپنے سرکش نفس کو زمین پر پٹخ دے۔ پہلوان وہ نہیں ہے جو دو سو یا چار سو کلو گرام وزن اٹھائے بلکہ پہلوان وہ ہے جو ناجائز مناظر کے سامنے اپنی چند گرام کی پلکیں گرا دے۔

۳-زہد و پارسائی

زہد و پارسائی بھی ان خاص مفاہیم میں سے ایک ہے جس کا درست مفہوم معاشرے میں رائج نہیں بلکہ اس لفظ کو ایک منفی مفہوم و معنی پہنا دیا گیا ہے۔ زہد یہ نہیں ہے کہ انسان دنیا کو بالکل ترک کر دے۔ بلکہ دنیا سے دلبستہ نہ ہو جانا زہد ہے۔ قرآنی اصطلاح کے مطابق کسی چیز کے چھن جانے پر افسوس نہ کرنا اور کسی چیز کے پانے پر زیادہ خوش نہ ہو جانا، زہد کہلاتا ہے۔

امیر المومنین ایک جگہ زہد کی حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں: "زہد، آرزوؤں کا چھوٹا کرنا، نعمتوں پر شکر گزار ہونا اور حرام سے پرہیز کرنا ہے۔" (خطبہ: 81)

زہد و پارسائی کو ثروت سے تعبیر کرنے کی جو بنیادی وجہ ہے وہ یہ کہ ثروت اور دولت انسان کو بے نیاز کرتا ہے لیکن بعض اوقات دنیا کی لالچ اور طمع زیادہ رکھنے والا مال و دولت سے مالامال ہونے کے باوجود بھی بے نیاز نہیں ہوتا بلکہ مزید دست نیاز دراز کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ لیکن اگر انسان زاہد ہو اور دنیا کے مال و دولت کے آنے جانے سے اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو تو در حقیقت یہی انسان غنی اور بے نیاز ہے۔

۴۔ تقوا و پرہیز گاری

ورع در واقع عربی زبان میں تقوا سے ایک درجہ بلند انسانی نفسانی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان نہ فقط حرام سے اپنے آپ کو بچاتا اور واجبات انجام دیتا ہے بلکہ شبہات اور مشکوک موارد میں بھی بڑی احتیاط سے قدم اٹھاتا ہے۔ ورع اور تقوی کو سپر سے تعبیر کرنے کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح سپر جنگوں میں انسان کی حفاظت کرتی ہے اسی طرح ورع اور تقوا بھی انسانی روح کی حفاظت کرتا ہے۔ جس انسان کی روح کو تقوا اور پرہیز گاری نے اپنے حصار میں لیا ہو وہ روح شیاطین جن وانس کی ہر تیر سے محفوظ رہتی ہے۔

۵۔ بہترین ساتھی

آیات و روایات کی رو سے بہترین ساتھی اور دوست انسان کو مشکلات اور پریشانیوں میں تسلی دینے کا کردار ادا کرتا ہے۔ اور اسے آئندہ کی امید دلاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے خدا کے فیصلے پر راضی رہنے اور تسلیم ہو جانے کو انسان کے لئے بہترین ساتھی قرار دیا ہے۔ کیونکہ انسان اگر خدا کے فیصلے سے راضی ہو اور اس کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم ہو تو اس کے سامنے ہر قسم کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ کیونکہ اسے ہر سختی کے بعد آرامش کا الہی قانون معلوم ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ لہذا یہ جذبہ اگر انسان میں بیدار ہو جائے تو پھر انسان تنہا بھی تنہائی کا احساس نہیں کرتا کیونکہ خدا کی رضایت اس کے ساتھ ہے۔ اگر خدا کی رضایت

اس کے ساتھ ہے تو سمجھو خدا اس کے ساتھ ہے۔ اور اگر خدا اس کے ساتھ ہے تو بقول امام حسین (ع) ہر شئی اس کے ساتھ ہے۔

منبع

نہج البلاغہ

مفردات راغب اصفہانی